

اردو کی ابتدائی نشوونما میں کسی دو صوفیوں کے کارناموں کا جائزہ لیجئے۔

اسلام ایک عالمگیر دین ہے اور آفاقی پیغام ہے۔ اسلامی تاریخ میں دین کی تبلیغ و اشاعت کا کام کسی خاص گروہ اور طبقے کے ذمہ نہیں رہا ہے بلکہ ہر عام و خاص، عالم و ان پڑھ ہر تبلیغ دین کی ذمہ داری ہے اور ہر شخص بقدر ظرف و صلاحیت اپنا حصہ ادا کرتا رہا ہے۔

شہرستان میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں ایک بہت بڑا حصہ حضرات عموماً نے کراہا ہے۔ ان کی حیدر جہد اور سعی مسلسل نے وہ کام کیا جو بڑے بڑے بادشاہ اپنے تمام ذرائع و وسائل کے باوجود نہ کر سکتے اس کی وجہ یہ رہی کہ یہ حضرات دین کے سچے پیرو تھے اس کی تعلیمات کے عملی ترجمان اور خدا کے فرما پر دار بند تھے اور ان کے دلوں میں ہنگام خدائی محبت بھری ہوئی تھی۔ وہ ساری خلق کو راستی و پیدائش کی طرف لانے کے لیے جین رہے تھے اور اس کے لیے ہر طرح کے عملی طریقے اختیار کرتے تھے۔ ان کی زندگی عوام کے درمیان گزرتی تھی۔ وہ ان سے گہرا رابطہ رکھتے تھے۔

کسی دعوت کو عوام میں پھیلنے اور بڑکے جانے کے لیے پہلی ناکریم شرط یہ ہے کہ وہ دعوت وقت کی مروجہ زبان میں پیش کی جائے یعنی ایسی زبان جو عوام میں اچھی طرح لہری اور سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ اردو زبان کا تاریخی مطالعہ اس بات پر بڑی اچھی روشنی ڈالتا ہے کہ حضرات عموماً نے کراہی کے واسطے ہندو نصیحت اور تلقین کے لیے عوامی زبان کو آہستہ آہستہ اختیار کرنا شروع کیا اور چونکہ ان کا تعلق ہزاروں عوام سے ہوتا تھا اس لیے ان کے اس طرز عمل نے اس عوامی لہری کو زیادہ سے زیادہ مروج اور مقبول بنایا اور اس طرح دیکھتے ہیں کہ اردو کی ابتدائی نشوونما میں عموماً نے کراہی کے تلفوظات اور اشارات، تصنیفات اور تالیفات کو ضابطہ بنیادی اور گہرا قدر اہمیت حاصل ہو گئی۔ اس کی تصدیق فیاض شام الہمدی (تصنیف ملک محمد جالب) کے قول میں بھی ہوئی ہے۔ جس کا اظہار انہوں نے کتاب کے آخر میں اس طرح کیا ہے۔

”ہم نے نہ کرنا چاہتے کہ اولیاء اللہ نے عربی زبان کے علاوہ اور کسی زبان میں گفتگو نہ کی ہے۔ تمام اولیاء اللہ صرف ملک عرب میں محفوظ نہ تھے جس ملک میں وہ تھے اس ملک کی زبان سے انہوں نے کام لیا اور یہ گمان نہ کرے کہ کسی ولی اللہ نے نبوی کو مبرا گفتگو نہ رکھا بلکہ تمام اولیاء اللہ نے ہندوستان کے مثلاً معین الدین نے اس زبان میں گفتگو فرمائی ہے اور اس کے بعد عوام

شکر گنج نے جس بھری و تنجانی میں اشعار منظوم لکھے ہیں۔

ایک اور پہلو کو پیش نظر رکھا کر دیکھیں کہ ہمارے موجودہ اردو زبان جو اب تک اس
تھی وہیں نہیں رہی ہے بلکہ آج کی ترقی یافتہ اردو میں شہسوں کی کارشوں حوادث
و انفصالت اور مسلسل تدریجی ارتقاء کا نتیجہ ہے۔ ان کو بنا کر لو اور سنوارنے میں
صوفیاء کرام نے نمایاں کارنامہ انجام دیا ہے۔ اردو زبان اب تک اس میں عوامی ترقی
تھی۔ تیار ہوئی تھی۔ حضرت صوفیاء کرام کے اقوال و اشعار اور
کتاب کے اور نثری آثاروں کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کی زبان بھری
یا انحراف بھری تھی۔ اردو کے اولین معمار اور محسن حضرت صوفیاء نے
جن کی مستقل تصنیفات کا مطالعہ کرتے ہیں جتنا ہے البتہ ان کے متفرق اقوال و اشعار
موجود ہیں۔

فرید الدین شکر گنج فرماتے ہیں۔
تن کو دھونے سے خود دل ہوتا پاک ہے۔ پیش رو اولیاء کے ہوتے نمود
دل سے سب سے نتر پڑتا ہے۔ لہذا کو کرواں سے نہ کوئی ٹپے ہوتے (بکریا)
خاک لانے سے تر خرابا نہیں ہے۔ گائے بیلاں بھی واسلہ ہر جائیں

حضرت شکر گنج کی یہ ریختہ غزل ملاحظہ ہو۔
وقت کھر وقت مناجات ہے۔ خیر دلاں وقت کہ برکات ہے
نفس مبادا کہ بگو یہ ترا ہے۔ حسب یہ فیزی کہ ابھی رات ہے
اس طرح اس پر خیر و بھی سلسلے حقیقہ میں صاحب مال و کسب مشرب اور صاحب
ذوق نیرنگ گزرتا ہے۔ بقول علامہ ڈاکٹر عبد الحق صاحب "وہ پہلے شکر گنج ہیں جنہوں
نے سر زمین ہند میں اس زبان کا بیج بویا جو بعد میں رکھتے اردو یا ہندوستانی
کا نام سے موسوم ہوئی۔ اس پر خیر و سماج کے بہت شوقین تھے۔ اس پر خیر و
کوشش میں عربین دکھائیں اور فارسی اور ہندی ملا کر یہی وہ ہے کہ
انہوں نے بھری اور فارسی میں زیادہ تر نظموں اور دوق کہے ہیں ان کا
انہوں نے علامہ ملاحظہ ہو۔ ریختہ کے ایک مشہور غزل
ز حال مسکن مائی تغافل دور آئے ہیںاں بنائے ہیںاں
کہ تاب پھر اں کا مزارم اے جان نہ لیمو کا ہے لگائے چھیناں
سکھی بیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کہے کاٹوں انہوں نے آئیاں
کے بڑی سے جوئے سناوے پیار کی کو بیاں میں آئیاں
اور بھی بہت سے صوفیاء کرام نے ہندوستان آکر یہاں کی زبان میں نظم سرائی کی اور ان کے بھری